

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

دین احمد کے نگہبان حسین ابن علیؑ
بنت احمد کے دل و جان حسین ابن علیؑ

بیاض

دست

ناظران حسین

سید رضی رضوی

۲۸۶

مجموعہ نوحہ جات

دستہ ناصران حسین "رہبر"ؒ

ستمبر ۱۹۸۴ء

ناشران

محفوظ ایک انجینی مارٹن روٹ
(قیمت)

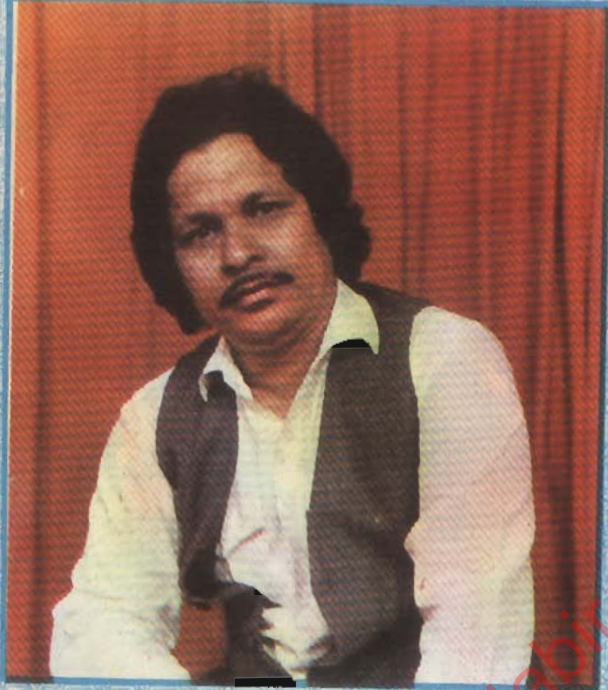
تعارف

۱۹۷۱ء میں چند نوجوانوں نے بانی دستہ جناب دلشاد حسین رضوی صاحب کی سرکردگی میں دستہ ناصران حسین کی بنیاد ڈالی۔

۱۹۷۷ء میں پیر مظہر حسین شاہ صاحب کی شمولیت اور ان کی اٹھک جرد و جہد محنت اور خلوص نیت سے شبِ عزا کا انعقاد ہوا جس سے مانتی حلقوں میں دستہ ناصران حسین متعارف ہوا۔

۱۹۷۹ء ادارے کی ترقی کے لیے اہم سال ثابت ہوا جس کی وجہ ہمارے صاحب بیاض جناب سید رضی رضوی صاحب کی ہندوستان سے کراچی آمد اور دستہ ہذا میں شمولیت تھی۔ کچھ ہی عرصے میں رضی صاحب نے اپنے منفرد انداز کی بدولت دستہ ہذا کو ان چند انجمنوں کی فہرست میں شامل کر دیا جس کے بغیر فوضوانی ناممکن بھی جاتی ہے۔ اسی سال انجمن حیدری (خیر پور) نے کراچی سے چند انجمنوں کو مدعو کیا جن میں انجمن دستہ ناصران حسین بھی شامل تھی۔

جناب رضی رضوی صاحب کی پُر سوز آواز کو سامعین نے بہت سراہا اور دستہ کو گولڈ میڈل عطا کیا گیا جو کہ دستہ کے لیے بڑا اعزاز تھا۔ یہ مولا کا کرم ہے کہ دستہ ناصران حسین نے بہت کم مدت میں



صاحب بیاض سید رضی رضوی

وہ مقام حاصل کر لیا جس کے لیے بیشتر انجمنیں مدتوں سے کوشاں تھیں۔
میں اس موقع پر جناب ابراہیم کاظمی، جناب ایاز امام رضوی
کو فراموش نہیں کر سکتا جن کی پر خلوص بہمت افزائی اور مشوروں نے
ہمیشہ ہمارے عزائم کو بلند رکھا۔

آخر میں ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ ہم شرع کر بلا کی خدمت میں
اسی خلوص اور محبت سے نذرانہ عقیدت پیش کرتے رہیں گے (شاہد اللہ)
آمین ثم آمین

سید کاظم رضا
جنرل سکرٹری

صفحہ نمبر	مصرعہ اول	نمبر شمار
۵۶	جب ذوالجناح خیمہ میں آیا لبو بھرا	۱۹
۵۶	اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے	۲۰
۶۲	آ جاؤ آ بھی جاؤ میرے پردیسی برین	۲۱
۶۵	کچھ معجزہ اے شام غریباں تو دکھا دے	۲۲
۶۸	شہر و نہا بھی جاؤ نہ جاؤ میرے پیارے	۲۳
۷۱	رو کے کہتی تھی سکینہ میرے بابا بابا	۲۴
۷۳	کہتی تھی یہ سترہ کی دختر	۲۵
۷۷	جتنے بھی مصائب ہوں نہ گھبراؤ زینب	۲۶
۸۰	العطش، العطش، العطش، العطش	۲۷
۸۳	پکارا دین محمد نے کوئی ناصر ہے۔	۲۸
۸۷	میرے غریب میرے تشنہ کام زندہ باد	۲۹
۹۰	کہتے تھے یہ سبط نبی ہم کو نہ روکو	۳۰
۹۲	لاش عباسؑ زن سے آنہ سکا۔	۳۱
۹۵	زندیاں گئے اندھیرے میں کچھ حرکت میں	۳۲
۹۷	دے اس کو سلامی ابے کوثر	۳۳
۹۸	شہید کی بیجے بول کے دنیا کو ہلا دو	۳۴
۱۰۱	جب بیو پانی حسین ابن علیؑ کا نام لو	۳۵
۱۰۳	کاروان حتی جو گزرا شام کے بازار سے	۳۶

فہرست نوحہ جات

صفحہ نمبر	مصرعہ اول	نمبر شمار
۱۰	جب بنا لیا ہم نے تم کو راز داں اپنا	۱
۱۳	کر بلا، کر بلا	۲
۱۷	سیری گود اُڑی میری مانگ اُڑی۔	۳
۱۹	ماں بازو ہلا کر کہتی تھی	۴
۲۱	ہائے علی اصغرؑ ہائے علی اصغرؑ ہائے علی اصغرؑ	۵
۲۴	عباسؑ عہدار کی جرأت تو ذرا دیکھ	۶
۲۷	لوریاں دیتی تھی ماں	۷
۳۰	ششیر جب کہ آگنی صدر کے ہاتھ میں	۸
۳۲	مرحبا سید ابراہیمؑ ابن علیؑ	۹
۳۵	اسلام کی تبلیغ پہ تبلیغ عزا ہے۔	۱۰
۳۸	نیند تربت میں آئے گی کیوں کر	۱۱
۴۱	وفا پرست وفا کا نشان لے کے چلے	۱۲
۴۵	آپ بابا کہاں ہیں بتا دیجیے	۱۳
۴۷	کبھی مقتل سے جو زندیاں میں ہو آتی ہے	۱۴
۴۸	شہید دینے سے گرنہ میں آجاتے	۱۵
۵۰	رو کے زینبؑ نے کہا رہ گئے سرور تنہا	۱۶
۵۲	آگیا ماہ عزا آنسو بہا لو فاطمہؑ	۱۷
۵۴	غربت پہ بے کسی پہ یہ صحرأ داس ہے	۱۸

①

”جب بنالیا ہم نے تم کو رازداں اپنا“

~~~~~

جب بنالیا ہم نے تم کو رازداں اپنا  
 آؤ آج ہم گردیں واقعہ بیاں اپنا  
 یاد ہے ہمیں اب تک روز امتحاں اپنا  
 کٹ رہا تھا جنگل میں جب کہ بوستاں اپنا  
 کس طرح سے دنیا میں کوئی رہ سکے زندہ  
 جب نہ ہو زمین اپنی اور نہ آسماں اپنا  
 بستیوں سے منہ موڑا چل دیے سوئے صحرا  
 کر بلا میں آپہونچے لے کے کارواں اپنا  
 ہولناک صحرائیں آگئی تھی اک رونق  
 جب پہونچ گئے تھے ہم لے کے گلستاں اپنا

کفر کی چلی آندھی، ظلم کے اُٹھے طوفاں  
 شکر ہے نہ تھکرا یا ہائے امتحاں اپنا  
 ایک بوند پانی کو اشقیا نہ ترسائے  
 کاش وہ سمجھ لیتے ہم کو میہماں اپنا  
 کائنات کی ہر شے دل پہ ہاتھ رکھے تھی  
 کھار رہا تھا جب برچھی ایک فوجواں اپنا  
 مشک بھر کے دریا سے تشنہ لب نکل آیا  
 کیسا با وفا نکلا حاملِ نشاں اپنا  
 ہم نے گرم ریتی پر شکر کا کیا سجدہ  
 دیکھ کر ترائی میں سرنگوں نشاں اپنا  
 جب ہماری باتیں بھی اشقیا نہیں سمجھے  
 دن میں بے زبان آیا بن کے ترجماں اپنا  
 تھا فضا میں سناٹا، فق تھا چہرہ تہذیب  
 سر کیا جو ظالم نے تیر جاں ستاں اپنا  
 تھی زمین کو جنبش، آسماں پہ تھی ہلچل  
 خون اگل رہا تھا جب طفلِ بے زباں اپنا  
 آسماں کو تھا انکار اور زمین نہ تھی راضی  
 لے کے پھر کہہ جاتا خونِ بے زباں اپنا



(۲)

کربلا اے کربلا

بجھ پہ کتنے شہیدوں کا خوں بہہ گیا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

بجھ پہ کتنے شہیدوں کا خوں بہہ گیا  
اور تو چپ رہی تو نہ تڑپی ذرا  
حشر میں منہ نبی کو دکھائے گی کیا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

بجھ پہ عون و محمد کی لاشیں گریں  
چشم زینب میں بچوں کی شکلیں پھریں  
تو نہ ابھری کہ ماں دیکھ لیتی ذرا  
کربلا - کربلا

کیا بہار آئی تھی گلشن رسالت پر  
خوں میں جب نہایا تھا ایک اک جواں اپنا  
خاک و خوں میں جب غلطاں ہم پڑے تھے صحرائیں  
ریگ گرم تھی بستر، چرخ سائباں اپنا  
کام جو ہارا تھا جب وہ ہو چکا پورا  
تب بہن بڑھی آگے دینے امتحاں اپنا  
دے رہا تھا خوں اپنا گلشن شریعت میں  
چل کے راہ کانٹوں پر ایک ناتواں اپنا  
سسکیوں میں بدلے تھے قمقمے سر دربار  
یوں بہن نے بدلا تھا رنگِ داستاں اپنا  
کل جو سجدہ حتیٰ میں ہم نے سر کٹا یا مٹھا  
سجدہ گاہِ ایماں ہے آج آستاں اپنا  
یاد کر کے جو ہم کو اشکبار ہوتے ہیں  
وہ ہمیں کو پائیں گے میسر کارواں اپنا  
شکر حق کرو پہونچے تم ہمارے قدموں میں  
ہم نے تم کو دکھلایا قصہ جاوداں اپنا

لاشِ شبیرِ پامال ہوتی رہی  
ایک ماں اپنے بچے پہ روتی رہی  
تو نے زہرا کو دیکھا تڑپتا ہوا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تجھ پہ لٹے رہے مصطفیٰ کے حرم  
کاش کھلتے نہ بیوؤں کے سرمے کم  
تیرے ذرے ہی بن جاتے ان کی ردا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تجھ پہ آلِ پیمبر کے خیمے جلے  
رات بیوؤں نے کاٹی فلک کے تلے  
تارے روتے رہے چاند رفتارِ

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تو نے بیمار کی وہ کراہیں سنیں  
جن میں احساس کی برچھیاں جذب تھیں  
روح کی چیخ تھی جن کی دھیمی صدا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

لاشِ قائم کو گھوڑے پکھتے رہے  
خوں کے سوتے رگوں سے اُبلتے رہے  
اور تراشت وہ خون پیتا رہا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

کاش خیمے تک آجاتی بہ کفرا  
یوں نہ کھتے سرِ راہ سنے کے ہات  
یوں سسکتی نہ سوکھے گلوں میں صدا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

لاشِ اکبر کی تجھ پر تڑپتی رہی  
اور تیری زمیں تھی کہ تپتی رہی  
ایک اک ذرہ نوکِ سناں بن گیا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

تو نے اصغر کو دیکھا پکھتے ہوئے  
پاس سے باپ کے منہ کو تکتے ہوئے  
تیرے دریا کا پانی چھلکتا رہا

کربلا - کربلا - کربلا - کربلا

(۳)

انیس .

تو نے دیکھا اسیروں کو جاتے ہوئے  
سر کے بالوں سے منہ کو چھپاتے ہوئے  
دل شکستہ، رسن بستہ و بے ردا

کربلا ، کربلا ، کربلا ، کربلا

میری گودا اُڑی میری مانگ اُڑی اکبر بھی نہیں سرور بھی نہیں  
سب لٹ گیا راہِ خالق میں حد یہ ہے کہ اب افسوس بھی نہیں

دو چیزیں ہیں ایسی دنیا میں جن سے ہے سکون اور قوتِ دل  
میری قسمت ایسی بھوٹ گئی، شوہر بھی نہیں دلبر بھی نہیں

اب ترے خاک اڑانے سے کیا فائدہ  
میتیں رہ گئیں ، مٹا چکا جہان  
حشر تک تو ہے اب اور شغلِ عزا

کربلا ، کربلا ، کربلا ، کربلا

مچلی ہے سکنہ اس درجہ، دوں اُس کو تسلی کیا کہہ کر  
عباسؑ نہیں سرور بھی نہیں پانی بھی نہیں گوہر بھی نہیں

کس درجہ مصائب لکھے ہیں، اک شب کی دولہن کی قیمت میں  
نہ باپ نہ بھائی اور نہ چچا، اولاد نہیں شوہر بھی نہیں

عزّت نہ کسی کو پہلے ہوئی، اب کرتے ہیں اعداد جو روحِ جفا  
بیست سے لہرتے تھے جس کی، وہ شیرِ وفا پس کر بھی نہیں



ماں بازو ہلا کر کہتی تھی، جاگو علی اکبر بھور بہی

ماں بازو ہلا کر کہتی تھی، جاگو علی اکبر بھور بہی  
سنگال بھیا نک رین کٹی، جاگو علی اکبر بھور بہی

آکاش پتائے ڈوب گئے، دنیا کے کناے بھیر لگی  
چہکار مچاوت ہیں پنجھی، جاگو علی اکبر بھور بہی

پالا ہے تمہیں بالک پن سے، زہرا کی سہاگن بیٹی نے  
دیکھو نہ خفا ہو جائیں پھوپی، جاگو علی اکبر بھور بہی

کچھ ماں سے خفا ہو کیا بیٹا، میں نے تو تمہیں کچھ بھی نہ کہا  
مورے لالہ کیسی نیند لگی، جاگو علی اکبر بھور بہی

کرتے ہیں جفا میں آکر بے وارث جان کے اہل ستم  
سب قتل ہوئے راہ حق میں سارا نہیں لشکر بھی نہیں

غریباں ہیں جنازے مقتل میں ہم قیدی ہیں اور سرنگے  
کس طرح سے ہوگا غسل و کفن، پانی بھی نہیں چادر بھی نہیں

کس کس سے کروں روداد بیان کس کس کو بتاؤں اپنا نشان  
میں ایسی مسافر ہوں جس کی منزل بھی نہیں رہبر بھی نہیں

کہتے ہیں انیس آل نبی ہم خود کو مگر سچ تو یہ ہے  
ظاہر میں تو لاکھوں ہیں لیکن باطن میں تو مٹی بھر بھی نہیں

ہتھیار بدن پر سجتے ہیں، من موہن پتر محمد کے  
لو جلتے ہیں رن کو چھتر پتی، جاگو علی اکبر بھور بھی

⑤

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

مر مر مر مر مر مر مر مر مر مر  
دے چکے ہل من کی صدارت میں جب شیر  
گر کے جھولے سے پکارا اصغر بے شیر  
ہوں نہ بابا مضطرب حاضر ہے یہ دلگیر

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

ہاتھوں سے کیڑے کمر آئے شبہ ذبحا  
پر کئی کہلائے ہونٹوں پر نظر ناگاہ  
چوم کے سوکھے لبوں کو شہ نے کھینچی آہ

ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

وہ بات پہ سر دینے کے لیے، رن ویر چلے رن بھومی کو  
لکار سے ہلتی ہے دھرتی، جاگو علی اکبر بھور بھی

اسواری کھڑی ہے رن کے لیے، بیا کل ہے پھوپھی دشن کیلے  
اور سیچ پہ تم سوئے ہوا بھی، جاگو علی اکبر بھور بھی

انور یہ ہلک کر کہتی تھی ماں، مورے نند مکھک دو اذان  
ہوتی ہے سحر کو پھوٹ چلی، جاگو علی اکبر بھور بھی



جب چلے خیمے کی جانب شاہِ دل ملول  
ہاتھ میں لاشِ پسر سر پر لڑائے دھول  
لوریابِ اصغر کو چیمے دہِ دل بتول  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر  
اب تمہارے بعد ہے یہ زندگی ویران  
کر گئے جموں کو خالی، گھر کیا سنان  
اب مجھے لگتا ہے میرا جسم بھی بے جان  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر  
ماں پکاری جیجی کر اصغر ترے قریبان  
کر گئے مجھ غمزدہ کی گود کو ویران  
کیا یہ ننھا سا گلا تھا لائقِ پیکان  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر  
کہہ کے ہانو ہائے پچھاڑے کھاتی تھی سرشار  
کس طرح بے شیر میں بھولوں گی تیرا پیار  
پھر دکھا دے چل کے ماں کو گھنٹیاں اک بار  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

ہاتھوں کو پھیلا کے بولے شاہِ خوش خصال  
چل تجھے پانی پلا لاؤں میں رن سے لال  
ظالموں سے میں کروں گا آب کا سوال  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

کیا کروں اصغر میں ہوں زحموں سے چور چور  
دے نہیں سکتا تمہیں پانی ہے دل رنجور  
تم گلہ نہ کر نایبِ باپ ہے مجبور  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

ایکے اصغر پلے پھر جانبِ میدان  
دی صدا ہے کیا خطا چہرہ ماہ کا ناداں  
دوا سے پانی ہے یہ کچھ لمحوں کا ہماں  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر  
جاں بلب تھا دستِ شہ پہ پیاس سے بے شیر  
حرم نے ناگہاں مارا اک ایسا تیر  
گردنِ اصغر چھدی اور بازوئے شبیر  
ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر، ہائے علی اصغر

آنکھوں سے لگا جو م پھر یہ کو علم کے  
ہے سامنے تیرے علم فوجِ خدا دیکھ

نازا اپنی عبادت پہ عبث ہے تجھے زاہد  
سجدہ کوئی کرتا ہے تہہ تیغِ جفا دیکھ

اکسیر ہے تاحشر یہ بیمار کے حق میں  
آنکھیں ہیں تو یہ معجزہ خاکِ شفا دیکھ

شہِ بولے سکینڈے کے عباس کو روکو  
اب جا کے نہ واپس کبھی آئیں گے چپا دیکھ

شبیئر اٹھاتے ہیں جواں لال کی میت  
دشوار ہے کتنی رہِ تسلیم درخشا دیکھ

شہ نے کہا بے شیر کو تربت میں لٹا کر  
ایذا نہ ہونچے کو کوئی دشتِ بلا دیکھ

عباسِ علمدار کی جرأت تو ذرا دیکھ

عباسِ علمدار کی جرأت تو ذرا دیکھ  
پھرے ہوئے ضیغ کو سرِ کربِ بلا دیکھ

قبضے میں تھا ہر چند کہ بہتا ہوا دریا  
عباس نے ہونٹوں کو مگر ترنہ کیا دیکھ

کٹوا دیے ہاتھ اپنے کہ پانی کو چھو اٹھا  
اے دیکھنے والے اسے کہتے ہیں دفا دیکھ

غازی کے وسیلے سے اٹھا ہاتھ دُعا کو  
تاعشِ بریں جائے گی پھر تیری دُعا دیکھ

اُمت نے جلا ڈالا محسّد کا بھرا گھر  
یوں اجسیر رسالت کیا امت نے ادا دیکھ

④

## لوریاں دیتی تھی ماں اصغر ناداں سو جا

—————

لوریاں دیتی تھی ماں اصغر ناداں سو جا  
میری آغوش میں اک رات کے جہاں سو جا

پاسباں اکبر و عباس ہیں خیموں کے ابھی  
ہیں ترے سر پہ ابھی سرورِ ذیشان سو جا

آج کی شب کی خموشی یہ پتہ دیتی ہے  
صبح اُٹھے گا کوئی ظلم کا طوفاں سو جا

کل تو خیمہ کوئی ہو گا نہ یہ وارث ہوں گے  
کل تو اس دشت میں ہے شامِ غریباں سو جا



ختم کرتا ہے ترے لوحِ غم کو تقویٰ  
بے تیرے واسطے شاعر تیرا گریاں سو جا



آج کی شب تو سلاقی ہے تھپک کر مادر  
کل سلائے گا تجھے ظلم کا پیکاں سو جا

آج آنچل کو مرے اوڑھ کے سو جا مرے لال  
کل تو ہونسا ہے میرے سر کو بھی غریاں سو جا

آج میں کیوں نہ سنواروں ترے گیسو بیٹا  
کل بندھے ہوں گے مرے ہاتھ مری جاں سو جا

تیرے اس چاند سے چہرے کے تصدق مادر  
کل تو ہونا ہے اسے خاک میں پنہاں سو جا

آج تو سایہِ دامانِ ردا ہے تجھ پر  
کل چھپائے گی تجھے خاکِ بیا باں سو جا

بعد تیرے نہ سکیں نہ بھی چہیے گی بیٹا  
مجھ سے لے لگا اُسے شام کا زرداں سو جا

انسانیت بھی رونے لگی منہ کو پھیر کر  
 باندھی رکن جو زینبِ مضطر کے ہاتھ میں  
 اس کو زمیں پہ پھینکیں کہ سوئے فلک اسے  
 اصغر تمہارا خون ہے سرور کے ہاتھ میں  
 راہِ وفا میں ہو گئے اکبر بھی شہید  
 اصغر کو ماں نے دے دیا سرور کے ہاتھ میں  
 انصار اور عزیز تو سب ہو گئے شہید  
 اب فیصلہ ہے جنگ کا اصغر کے ہاتھ میں  
 بعدِ حسین عائدِ بیمار ہیں امام  
 کارِ نبی ہے اک تنِ لاغر کے ہاتھ میں  
 اب ہے حسن کو مدحتِ آلِ نبی سے کام  
 انجام کیا ہو یہ ہے پیمبر کے ہاتھ میں



شمشیر جب کہ آگئی صفدر کے ہاتھ میں

~ ~ ~ ~ ~

شمشیر جب کہ آگئی صفدر کے ہاتھ میں  
 ساحل خود آگیا ہے دلاور کے ہاتھ میں  
 عباسؑ کو حسینؑ نے دیں کا علم دیا  
 جیسے علمِ رسولؐ کا جعفرؑ کے ہاتھ میں  
 آخر کو جب کسی سے نہ خیر فتح ہوا  
 احمدؑ نے تب علم دیا حیدرؑ کے ہاتھ میں  
 مالکؑ نے جب خرید لیا نفسِ حیدری  
 مرضیؑ خدا کی آگئی حیدرؑ کے ہاتھ میں  
 خود چھوڑ دی علیؑ کی سخاوت کو دیکھ کر  
 اونٹوں کی جو مہارت تھی قبر کے ہاتھ میں  
 اے اہلِ دل بتاؤ کہ گزرے گی تم پہ کیا  
 کوزہ جو خالی دیکھو گے دفتر کے ہاتھ میں



⑨

”مرحبا سید ابرار حسین ابن علی“

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی  
دین احمد کے مددگار حسین ابن علی  
حق کی اطاعت کے پرتار حسین ابن علی  
مرضی حق کے خریدار حسین ابن علی  
دین اسلام کے معمار حسین ابن علی

مرحبا سید ابرار حسین ابن علی  
ظلمت اس طرح سے عالم میں تھی اٹھلائی ہوئی  
موت ہر صاحب ایمان یہ منڈ لائی ہوئی  
بارغ اسلام کی ہر شاخ تھی مرجائی ہوئی  
خون سے تیرے ہوئی گلزار حسین ابن علی  
مرحبا سید ابرار حسین ابن علی

نیکیاں پھرتی تھیں شیطان کی بہرکائی ہوئی  
دہریت مطلق ایمان پر تھی چھائی ہوئی  
پھرتی تھی عصمت کونین بھی گھرائی ہوئی  
تو نے کی کفر سے پیکار حسین ابن علی  
مرحبا سید ابرار حسین ابن علی  
بن کے حق تو نے کی باطل کے پرتاروں کے جنگ  
ظالم و رہزن و خونخوار ستمگاردوں کے جنگ  
شاہی سے اور حکومت کے پرتاروں کے جنگ  
بن گیا آہنی دیوار حسین ابن علی  
مرحبا سید ابرار حسین ابن علی  
جو بڑھے حد سے عدو ظلم و ستم ڈھاتے رہے  
مینہ کی طرح لعین تیروں کے برساتے رہے  
دشت اور کوہ جفا دیکھ کے تھراتے رہے  
تو رہا حق کا نگہدار حسین ابن علی  
مرحبا سید ابرار حسین ابن علی

۱۰

”اسلام کی تبلیغ یہ تبلیغِ عزا ہے“

اسلام کی تبلیغ یہ تبلیغِ عزا ہے  
سرور کی عزاداری سے ملت کی بقا ہے

ہر سینہٴ مومن بخدا کرب و بلا ہے  
جو دل بھی ہے وہ روضہٴ شاہ شہدار ہے  
یہ آگ کا دریا ہے کہ پانی کی ندی ہے  
پیا سوں کی نگاہوں میں دھواں ساری فضا ہے

مہماں کو یہ پردانہٴ جنت دیا شہ نے  
زیرِ اکا جو رومال سرخسہ پہ بندھا ہے  
اب جُک نہیں سکتا کبھی عباسؑ کا پرچم  
یہ مشکِ علم میں نہیں تعویذ بندھا ہے  
پیش آگیا اکبرؑ کو کوئی معسر کہ دشوار  
ماں کھولے ہوئے بال جو مضرۂ دُعا ہے  
مقتا ہی کسی ماں کی بنا سکتی ہے اس کو  
کیوں دردِ پریشان کے کلبجے میں اٹھا ہے

تیرا صغر کو لگا شکرِ خدا تو نے کیا  
نوجواں قتل ہوا شکرِ خدا تو نے کیا  
بھائی عزت میں چٹا شکرِ خدا تو نے کیا  
ہے نہ تجھ سا کوئی غمخوار حسینؑ ابنِ علیؑ  
مرحبا سیدِ ابرار حسینؑ ابنِ علیؑ  
کر بلا نام ہے اک حق و صداقت کا انیس  
کر بلا نام ہے دستورِ اطاعت کا انیس  
کر بلا نام ہے شبیرؑ کی عظمت کا انیس  
کر گیا دین کو بیدار حسینؑ ابنِ علیؑ  
مرحبا سیدِ ابرار حسینؑ ابنِ علیؑ

یہ داغ منور میرے سینے پہ رے گا  
اک چاند ہے جو ماتمِ سرود سے ملا ہے



تنہا علی اکبر کا کلیجہ نہیں چیدا  
اس برہمی نے اسلام کا دل توڑ دیا ہے  
بیٹے کے کلیجے سے رشناں باپ نکالے  
یہ معرکہ خیبر شکنی سے بھی رسوا ہے  
جو صبر کی تصویر نکھر آئی تو چھادر  
یہ کس کا لہو شاہ نے چہرے پہ ملا ہے  
ہے ٹوٹ کے سامان میں گہوارۂ بے شیر  
بالو کے کلیجے میں نیا گھاؤ لگا ہے  
ہچکچکی جو کبھی آئی تو صغیر نے کہا یہ  
نانی میرے اٹھنے مجھے یاد کیا ہے  
پیرا ہن صد چاک بھی چھوڑا نہ شقی نے  
جسمِ شہِ مظلوم پہ زخموں کی قبا ہے  
فریاد و فغاں لوح و ماتم سے حرم کے  
زنداں بھی عسراخانہ شبیر بنا ہے  
قیدی نے زباں کھولی لرز نے لگا دو بار  
بیمار کی للکار میں حیدر کی صدا ہے  
یہ کون ہے جو پہنے ہوئے ہتھکڑی بیڑی  
زنداں میں محدثی سی اک کھود رہا ہے

دل کی راہیں تلاش کرتی ہیں  
تم کو آنکھیں تلاش کرتی ہیں  
سرد آہیں تلاش کرتی ہیں  
میسری باہیں تلاش کرتی ہیں

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصفہر

شہ نے مرقد کہاں بنایا ہے  
چاند میرا کہاں چھپایا ہے  
تم نے جنگل کہاں بسایا ہے  
لال تم کو کہاں سلایا ہے

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصفہر

غم کی دنیا نہ یاد آئے گی  
ماں تمہیں کیا نہ یاد آئے گی  
میسری ممتا نہ یاد آئے گی  
کیا سکینہ نہ یاد آئے گی

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصفہر

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصفہر

کہہ رہی تھیں ربابِ رود کر  
لوٹ کر ہم کو جہاں چکا شر  
چھا گیا ہے شکوتِ صمرا پر  
دل ہلاتا ہے دشت کا منظر

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصفہر

نہقا دل کیسے چین پائے گا  
کون جھولا تمہیں جھلائے گا  
تم کو ماں کا خیال آئے گا  
ہو کا عالم بہت ڈرائے گا

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصفہر

(۱۲)

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

وفا پرست وفا کا نشان لے کے چلے  
حیثیت کا دہی آن بان لے کے چلے  
پرنے غم کا نیا تر جہان لے کے چلے  
علم کے سائے میں ہم اک جہان لے کے چلے

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

یہ وہ علم ہے جو دربار پنجتن میں رہا  
زہے نصیب امامت کی انجمن میں رہا  
کبھی حجاز میں چمکا کبھی یمن میں رہا  
ہر اک مقام پر یہ اپنے بانگین میں رہا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

بڑا آرام مامت دے گی  
پھاسے زخموں پہ بھی لگا دے گی  
دودھ اُترا ہوا پلا دے گی  
لوریاں دے کے ماں سُلا دے گی

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

کیسے دیکھو گے قبر کا منظر  
وہاں تکیہ ہے اور نہ ہے بستر  
وہاں پھپھیاں ہیں اور نہ ہے خواہر  
وہاں جھولا ہے اور نہ ہے مادر

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصغر

خون روتے ہیں دل کے سب چھالے  
ہو کہیاں میسرے منتوں والے  
دو صدا مجھ کو ناز کے پالے  
تھے یہ ماسر رباب کے نالے

نیندِ تربت میں آئے گی کیوں کر  
آؤ گودی میں سو رہو اصغر



یہی علم تو رسولِ زمن کے ہاتھ میں تھا  
 کبھی یہ حیدرِ خیرِ شکن کے ہاتھ میں تھا  
 بوقتِ صلحِ امامِ حسن کے ہاتھ میں تھا  
 کبھی حسینِ غریبِ الوطن کے ہاتھ میں تھا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

اسی علم نے ہر اک قلب کو جھنجوڑ دیا  
 اسی علم نے تو ذہنوں پہ نقش چھوڑ دیا  
 اسی علم نے زمانے کے رُخ کو موڑ دیا  
 یزیدیت کا اسی نے غرور توڑ دیا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

ہم اس علم کے سہارے کلام کرتے ہیں  
 زبانِ کھول کے ذکرِ امّام کرتے ہیں  
 ہم اس علم کا بہت احترام کرتے ہیں  
 بڑے ادب سے ہم اس کو سلام کرتے ہیں

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

اگر نہ اس کو اٹھاتے تو آج کیا ہوتا  
 وفا کے نام سے کوئی نہ آشنا ہوتا  
 نہ کر ملا کا نہ کبے کا تذکرہ ہوتا  
 رسولِ پاک کا اسلام مٹ گیا ہوتا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

علم جو غازی کو فسر زبیرِ مصطفیٰ نے دیا  
 زمین بوس ہوئے اور قدم کو چوم لیا  
 قرین سکینہ کھڑی تھی اسے بھی پیدا کیا  
 سبحانی سوکھی ہوئی مشک اور پیرہ کیا

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

علم کو لائے جو نہی خیمے میں شہید ابرار  
 سکینہ آگئی زیرِ علم بحالتِ زار  
 یہ سر کو پیٹ کے کرتی تھی شہِ سودہ گفتار  
 کہاں ہیں میرے چچا کچھ تو کیجیے اظہار

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
 دُرود پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

”آپ بابا کہاں ہیں بتا دیجیے“

آپ بابا کہاں ہیں بتا دیجیے  
مجھ کو کہہ کر سکیئہ صدا دیجیے  
مدتیں ہو گئیں ہیں مدینہ چھٹ  
مجھ کو نانا کا روضہ دکھا دیجیے  
دن سے جا کر وہ خیمے میں پلٹا ہنیر  
میرا صغیر کہاں ہے بتا دیجیے  
چادرین چھین کر شمر سب لے گیا  
میسری پھپیوں کی چادر دلا دیجیے  
دشتِ غربت میں غربت کی رات آگئی  
نیند آتی ہے مجھ کو سدا دیجیے  
آگ خیموں میں اعدا لگانے لگے  
سونے والے سپاہی جگا دیجیے  
لوٹ لے جائیں گھر سارا اعدا مگر  
میرے صغیر کا جھولا دلا دیجیے

اٹھایا گود میں سرور نے اور روکے کہا  
سکیئہ نہر سے آئے نہیں تمہارے چچا  
اٹھا کے لائے ہیں اکبر ابھی علم بیٹا  
بس اب نہ روکے رُلاؤ بڑا ہے یہ صدمہ

ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
دُرد پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے  
علم تو آیا ہے مشکیزہ بھی ہے اس میں بندھا  
علم اٹھا کے نہیں لائے ہیں تمہارے چچا  
تلاش کرتی ہو تم کس کو ناطہ صغرا  
مدینے پہنچ کے یہ فضل نے کیا نوحہ  
ہم اس علم کو لیے چاروں سمت گھومیں گے  
دُرد پڑھ کے اسے بار بار چومیں گے

(۱۴)

”کبھی مقتل سے جو زنداں میں ہوا آتی ہے“

کبھی مقتل سے جو زنداں میں ہوا آتی ہے

ایک معصوم کے رونے کی صدا آتی ہے

ماں دعا کرتی تھی اصغر مرا پرواں چڑھے

موت کہتی تھی کہ اس سن میں قضا آتی ہے

ہائے بیمار کی زنجیر ہلاتے ہیں لعین

قید میں نیند جو عابد کو ذرا آتی ہے

یادِ شیر میں بھر جاتے ہیں اشکوں سے طعام

سامنے جب کبھی عابد کے غذا آتی ہے

یادِ اصغر میں تڑپ جاتا ہے دل مادر کا

کسی بچے کے جو رونے کی صدا آتی ہے

جب بیاں کرتی ہیں زنداں کی مصیبتِ زنجیر

درو دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

خود کو جھولے سے گرا دیتے ہیں اصغر اُس دم

جبکہ بابا کے بلانے کی صدا آتی ہے

ماں سلا دیتی ہے بچوں کو اگر بہلا کر

یادِ شہ آ کے سکینہ کو جگا دیتی ہے \*

میں چچا کو بلا لاؤں گی جا کے خود

مجھ کو دریا کا رستہ بتا دیجیے

بابا اپنی سکینہ سے کچھ بولیے

یہ خموشی کے پردے ہٹا دیجیے

میں طمانچوں کے دکھلاؤں گی یہ نشان

بھینا اکبٹر کو رن سے بلا دیجیے

دم گھٹا جا رہا ہے میں مرجاؤں گی

میری گردن رسن سے چھڑا دیجیے

اپنے ماہر کی آنکھوں کو لے شاہ دیں

ایک بار اور روضہ دکھا دیجیے

گھنگور اندھیرا ہے اے ظالموں زنداں میں  
 تربت پر سکیٹنے کی اک دیپ جلا جاتے  
 بکھیا اتنی بھی جلدی تھی پر لوک کی لے اکبر  
 مجھ کو رنڈاپے کی چادر تو اڑھا جاتے  
 دکھ لاتے اٹھاتے ہیں سچائی کی رکشا میں  
 پڑتے جو پہاڑوں پر سُرمہ سا بنا جاتے  
 نادان سکیٹنے کو ارمان یہ اب تک ہے  
 عمو میرے دم بھر کو صورت تو دکھا جاتے  
 شبیر کو جنتا کی چاہت نہ اگر ہوتی  
 کیوں گود کے پالوں کو ماٹی میں ملا جاتے

(۱۵)

”رہر دے میں جگہ پاتے جیون میں سما جاتے“

ہر دے میں جگہ پاتے جیون میں سما جاتے  
 شبیر مینے سے گر ہند میں آ جاتے  
 کچھ کال نہ پڑ جاتا سنسار میں پانی کا  
 دو بوند اگر ظالم اصفیٰ کو پلا جاتے  
 اصفیٰ کو تو جلدی تھی پر لوک پہونچنے کی  
 گردن کا جو زخم اپنی مساتا کو دکھا جاتے  
 سُننے ہیں سکیٹنے کا یہ قید میں کہنا تھا  
 بابا میرے دم بھر کو سینے پہ سُلا جاتے  
 یلہ لاشہ اکبر پر کہتے تھے شہر والا  
 اک بار ازاں پھر سے بابا کو سُنا جاتے  
 بابا میں کبھی شکوہ کرتی نہیں پانی کا  
 لاشہ میرے عمو کا ندیا سے اٹھا لاتے  
 اکبر تیری فرقت سے پھنکتا ہے جگر ماں کا  
 ہے آگ لگی دل میں اس کو تو بچھا جاتے

کر کے قبضے میں فرات آج بڑے فخر کے ساتھ  
 نہر پر سوتے ہیں عباس دلاور تنہا  
 آگے اندازِ دغا دیکھیں زمانے والے  
 جنگ کرتے ہیں عدو سے علی اصغر تنہا  
 پھوپھی اماں میں ابھی آتی ہوں پانی دے کر  
 دشت میں سوتے ہیں پیاسے علی اصغر تنہا  
 لیے حسن پاؤں گے دربارِ حسینی سے صلہ  
 فاطمہ دیں گی تمہیں خلد میں اک گھر تنہا

(۱۶)

”رو کے زینب نے کہا رہ گئے سرور تنہا“

~~~~~  
 رو کے زینب نے کہا رہ گئے سرور تنہا
 لاکھ ہیں دشمن دیں اور ہے اک سر تنہا
 نہ تو مقنع ہے نہ چاور نہ عساری بھیا
 سر کھلے بلوے میں آئی تیری خواہر بھیا
 ہو چکی شام جدا ہو گئے انصار و رفیق
 دشت کی گود میں ہے عابدِ مضطر تنہا
 تم تو عباسِ ترائی میں پڑے سوتے ہو
 ظلم کے بیچ میں ہے سبطِ پیمبر تنہا
 آؤ سینے سے لگا لوں مجھے ڈر لگتا ہے
 کیسے رہ پاؤں گے اس دشت میں اصغر تنہا
 کوئی پیغام بھی کہلاؤں گے تم نانا کو
 جارہی ہے یہ بہنِ قبسہ نئی پر تنہا
 لوگ پوچھیں گے اگر کیا انھیں بتاؤں گی
 دل تو پھٹ جائے گا جب جاؤں گی میں گھر تنہا

سر کھلے اہل حرم میں شام کے بازار میں
 بیسیوں کو آکے چادر تو اڑھا لوفاطمؑ
 یاد کر کے رو رہی ہے باپ کی آغوش کو
 گود میں بڑھ کر سینہ کو اٹھا لوفاطمؑ
 سینہ اکبر سے برہمی کا نکلنا ہے محال
 کا نپٹا ہے ہاتھ شہ کا تم نکالو فاطمؑ
 دل بہت مشتاق ہے بہر زیارت روز و شب
 اپنی تربت پر کھنکے کو پھر بلا لوفاطمؑ

(۱۷)

آگیا ماہِ عزہ آنسو بہا لوفاطمؑ

آگیا ماہِ عزہ آنسو بہا لوفاطمؑ
 اپنے بیٹے کی صفِ ماتم بچا لوفاطمؑ
 آگ سے سجاد کو آکر نکالو فاطمؑ
 جل نہ جائے عابدِ مضطر بچا لوفاطمؑ
 چھین کر چادر سروں سے لے گئے اعدا دین
 ننگے سر زینبؑ ہے چادر تو اڑھا لوفاطمؑ
 زخم اتنے ہیں کہ گھوڑے پر سنبھل سکتے نہیں
 گرد نہ جائے لال کو آکر سنبھا لوفاطمؑ
 تشنہ لب شبیرؑ کی ہمت پہ کہہ کر مرجھا
 اپنے سینے سے ذرا بڑھ کر لگا لوفاطمؑ
 بوسہ لینا ہے اگر پیشانیِ شبیرؑ کا
 پہلے خاکِ دہنوں تو چہرے سے ہٹا لوفاطمؑ
 سر پہ نیزے پر کھلے سر بیویوں کے ساتھ ساتھ
 لاشہ بے صبر میں اٹھا لوفاطمؑ

پایات ہیں زمینِ روز سے نیچے حسین کے
 جو جس تڑپ رہی ہیں کنارہ اُداس ہے
 بالوں سے جھاڑتی ہیں زمیں قتل گاہ کی
 خنجر کو دیکھ کر دل زہرا اُداس ہے
 بے یں ہیں لحد میں رسولِ فلک مقام
 غم میں حسینِ نانا کا روضہ اُداس ہے
 سر سے ردائیں چھین چکے خیمے بھی جل چکے
 بے وارثوں کی رنج کا پردہ اُداس ہے
 انجسمِ سنبھال دل کو یہ غم کا مقام ہے
 بے گورِ رشہ کی لاش ہے کعبہ اُداس ہے

(۱۸)

غربت پہ بے کسی پہ یہ صحر اُداس ہے

غربت پہ بے کسی پہ یہ صحر اُداس ہے
 عباس تیرے سوگ میں دیا اُداس ہے
 گھر لوٹ کے کب آؤ گے مادر کے تھے یہیں
 اصغر تمہاری یاد میں بھولا اُداس ہے
 بیوہ سُن کی کرتی تھیں سر پیٹ کر فغاں
 بیٹا تمہاری موت سے کُشترا اُداس ہے

سوئے ہو تم تو چین سے سینے پہ رکھ کے ہاتھ
 اکبڑ تمہارے واسطے کُندہ اُداس ہے
 مہماں بُلّا کے مارا ہے بیکس حسین کو
 مولا کے غم میں عرشِ معنے اُداس ہے
 مولا نہ رن کو جائیے کہتی تھیں بیبیاں
 غش میں پڑی ہے بالی سکینہ اُداس ہے

زینب درخیاں سے دیتی تھی یہ صدا
 کیوں بے زبانی کو تیر لگاتے ہو اشقیا
 ہے ذوالجناح مرکب پیغمبر خدا
 زینب کے سر کو کاٹنا تو اس پر کرو جفا
 اس کا گناہ کچھ نہیں یہ بے گناہ ہے
 تم لوٹنے کو آتے ہو یہ ستر راہ ہے
 آنے دے کس طرح سے یہ فاطمہ کا گھر
 اس گھر میں آیا تھا ملک الموت پوچھ کر
 بے وارثوں کو آہ مستاد نہ اس قدر
 میں تم کو لائے دیتی ہوں جو کچھ یہاں نہ
 اس ذوالجناح پر نہ زیادہ جفا کرو
 پانی دو بے زبان کو خوف خدا کرو
 بولے عدو کہ پیاسا ہی ماریں گے اس کو ہم
 پانی دیا سوا کرو اس کے نہ مرتے دم
 بھلاستے جدا ہوئی زینب حبشہم نم
 حسرت سے ذوالجناح نے دیکھا ہر دئے غم
 پانی نہ ظالموں نے دیا ذوالجناح کو
 زینب کے آگے ذبح کیا ذوالجناح کو

۱۹

جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا

جب ذوالجناح خیمے میں آیا لہو بھرا
 اور یہ کہا کہ بیسیوں کا سردار مر گیا
 سب بیبیاں علی کو پکاریں یہ غل مچا
 بیڑا ہے ہم غریبوں کا مسجد ہاں میں پھنسا
 تم حل مشکلات ہو شیرِ اللہ ہو
 ایسا نہ ہو کہ کشتی چارہ تباہ ہو
 آنے سے ذوالجناح کے اک حشر بھیا
 ناگاہ آئے غارت خیمہ کو اشقیا
 راوی نے یہ لکھا ہے وہ راہوارِ با وفا
 خیمے کے درکاروں کے رستہ کھڑا ہوا
 نیرے عدو لگاتے تھے اُس خوشخام کو
 لیکن نہ راہ دیتا تھا وہ فوجِ شام کو

حسن

(۲۰)

کھو گئے ہو تم کہاں ڈھونڈتی مادر
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

زخم سینے پر لگا اور جگمگ تک چمک گیا
خون سے رنگین ہے سر زمین کرنا
ہاتھ رکھ لو زخم پر آتی ہے مادر
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

آرزو یہ تھی میری دیکھوں مہرے کی لڑی
ہائے قسمت کیا کروں خون میں میت ملی
سیج پھولوں کی کہاں خاک کا بستر
اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

زینب نے و احیٰ کہا سر کو پیٹ کر
دوڑی بسوئے عابد کیس وہ لوح گر
نیزہ لگایا ایک ستمگر نے کچنچ کر
در آیا خیمہ گاہ میں سب لشکر عرس

کبریا تو خاک ملتی تھی چہرے پہ ہاتھ سے
کلوٹم منہ چھپاتی تھی اپنا قنات سے
مقتل کی سمت دیکھ کے سینہ ہو بے قرار
چلاتی یا حنین سکینہ ترے نثار
اؤ اگر سکینہ کو کرتے ہو دل سے پیار
دیکھو کہ ہم پہ کرتے ہیں یہ ظلم بدشعار
پالا ہے تم نے مجھ کو بھی اس الفت سے
کھلو ایسے طمانچے نہ غیروں کے ہاتھ سے

قید سے جسدِ آؤں گی میں مدینہ جاؤں گی
 پوچھے گی صغرا تمہیں کیا اُسے بتلاؤں گی
 کس طرح سہ پائے گی غم تیرا خواہر
 اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

اے شہیدِ کربلا اے شہیدِ مصطفیٰ
 واسطہ ہے آپ کو شبیر و شبیر کا
 اب حسن کی یلچے، کچھ خبہر اگر
 اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

محسن و یاور نہیں شاہ کا لشکر نہیں
 سو گئے عباس بھی گود میں اخصر نہیں
 سیکڑوں رنج و محن اور اک سرور
 اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

اک سکینہ سی بہن شمل ہے کوڑوں سے بدن
 اور گلو میں باندھنے، شمر لایا ہے رس
 ظلم کی ہے انتہا، چھن گئے گوہر
 اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

طوق کا آزار ہے عابدِ بیمار ہے
 زینب و کلتوم اور شام کا بازار ہے
 بعد تیرے اہلِ شزلے گئے چادر
 اے علی اکبر میرے اے علی اکبر میرے

اب فرقتِ غم سہنے کی طاقت بھی نہیں ہے دل میں
 بلکہ ترس کچھ کھاؤ، میرے پردیسی بیرن

دل میرا یہی کہتا ہے، اب دل نہ سکوں گی تم سے
 آکر تو اسے سمجھاؤ، میرے پردیسی بیرن

مر جاؤ گی صُغرائے کر سٹنے کی تمنا دل میں
 اب اور نہیں تڑپاؤ، میرے پردیسی بیرن

عمو نے بھی سمجھایا تھا، بابا نے بھی فرمایا تھا
 بلوائیں گے اب رہ جاؤ، میرے پردیسی بیرن

موت آتی ہے تو آجائے لیکن ہے تمنا میری
 تم آکے مجھے دفناؤ، میرے پردیسی بیرن

یہ یاد مزدوری رکھنا، دلہن کو بھی لے کر آنا
 مرقد پہ میرے جب آؤ، میرے پردیسی بیرن

انیتے

(۲۱)

آجاؤ ابھی جاؤ میرے پردیسی بیرن

آجاؤ ابھی جاؤ میرے پردیسی بیرن
 اک بل فقط مل جاؤ، میرے پردیسی بیرن

یہ آس لگائے در پر چھ ماہ تڑپ کر گزرے
 شاید کہ ابھی آجاؤ، میرے پردیسی بیرن

ہاتھوں میں عصا کو تھامے کہتی تھی یہ صُغراؤ کہ
 ہونٹوں پہ دم آجاؤ، میرے پردیسی بیرن

اب فرقتِ غم سہنے کی طاقت بھی نہیں ہے دل میں
 بلکہ ترس کچھ کھاؤ، میرے پردیسی بیرن

انیس

(۲۲)

کچھ معجزہ اے شام غریباں تو دکھا دے

وارث نہیں اب کوئی شہید ہو گئے سرور
مصرفِ فقاں ہیں حرم سبطِ پیسہ
نزدیک چلے آتے ہیں خیموں کے ستمگر
اتنا بھی نہیں کوئی جو رو کے انھیں بڑھ کر
سب چھوٹے بڑے کرتے ہیں یوں درد سے نلے
ان ظالموں سے کوئی ہمیں آ کے بچا لے

کچھ معجزہ اے شام غریباں تو دکھا دے
جلتے ہوئے خیموں کی ذرا آگ بجھا دے

بابا نہ کبھی ٹالیں گے عتو جو کہیں گے اُن سے
اب اُن سے ہکا تم کہلاؤ، میرے پردیسی برن

کچھ کھاتی نہ کچھ پیتی تھی، سوتی بھی نہ تھی روتی تھی
تھا وردِ زباں گھرا جاؤ، میرے پردیسی برن

گریاں ہیں انیسے، ہمدِ بسن کر یہ بان صُخرا
صورت تو ذرا کھلاؤ، میرے پردیسی برن

جو لے گیا ہے چھین کے کانوں سے ستم
وہ شمس سے دُرِ بالی سکیئہ کے دلا دے

کس کرب سے دیتی ہے صدائیں مرقع
بچھڑے ہوئے غم سے بھتیجی کو ملا دے

پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی مقتل میں سکیئہ
شبیر کے لاشے کا اُسے بڑھ کے پتہ دے

پھٹ جائے نہ غم سے کہیں بچی کا کلیجہ
میت سے ذرا باپ کی بیٹی کو چھڑا دے

ضد کرتی ہے سوتی نہیں بن باپ کے بیٹی
کچھ دے کے تسلی تو سکیئہ کو سُلا دے

کوئی بھی انیسے ایسا نہیں شامِ غریباں
جو دل پہ گذرتی ہے وہ سرور کو سُنا دے

بھیلا ہے دھواں گھٹتا ہے دمِ خورد و کلاں کا
بے وارثوں کو کچھ تو کہیں امن کی جا دے

بیہوش ہیں تب سے نہ جلاویں کہیں شعلے
تو سیدِ سجاو کو بستر سے اٹھا دے

مر جائے گی جلتے ہوئے دیکھے گی جو بانو
لنہ تو گہوارہٴ اصغر کو بچا دے

بن باپ کی بچی کو جلا دے نہ بھڑک کر
دامن میں لگی آگ سکیئہ کی بجھا دے

ہے مجمعِ اعدا کھلے سرِ آلِ نبی ہیں
تاریکی شب کی ہی ردالاکے اڑھا دے

دُرِ بالی سکیئہ کے لعین چھین رہا ہے
مقتل میں ذرا شانہٴ عباس ملا دے

باقی نہیں اب کوئی 'عدو گھرے ہوئے ہیں
بابا کو چلے چھوڑ کے اب کس کے سہارے

عباس کے غم ہی سے کہاں ہوش بجا ہیں
مر جائیں گے سرور جو ابھی تم بھی سدھارے

گو میل گئی اکبر کو رضا جنگ کی لیکن
رو کو انھیں زینب کے مسلسل ہیں اشائے

ارمان تھے کیا دل میں تمنائیں تھیں کیا کیا
اب ان کی جگہ قلب سے اُٹھتے ہیں شرارے

بکھرے ہیں لپٹنے سے جو ہر بار جبیں پر
اُٹھے ہوئے گیسو تیرے ماں پھرے سنوائے

لاؤنگی دلہن بیاہ کے گھر ہوئے گا آباد
اس آس پہ امٹا رہ برس میں نے گزائے

انہی

(۲۳)

ٹھہرو نہ ابھی جاؤ ' نہ جاؤ میرے پیارے
کچھ دیر تو رک جاؤ یہ ماں صدقہ آتا ہے

ٹھہرو نہ ابھی جاؤ ' نہ جاؤ میرے پیارے
کچھ دیر تو رک جاؤ یہ ماں صدقہ آتا ہے

یہ ارض ہے کس طرح کی کیا اس میں اثر ہے
دوبے ہیں یہاں فرسش پہ افلاک کے تارے

بتا ہے پسِ وقتِ مصیبت میں سہارا
کیا کام نہیں آؤ گے غربت میں ہمارے

انیس

(۲۴)

روکے کہتی تھی سکیٹہ 'مرے بابا' بابا

دیکھیے حال تو آکر 'مرے بابا' بابا

روکے کہتی تھی سکیٹہ 'مرے بابا' بابا
دیکھیے حال تو آکر 'مرے بابا' بابا

واحسینا کی صدا آتی ہے لرزاں ہے زمیں
کیسا برپا ہے یہ محشر 'مرے بابا' بابا

مجھ سے کہہ کر یہ گئے تھے ابھی ہم آتے ہیں
اُسے پھر کیوں نہ پلٹ کر 'مرے بابا' بابا

ہر صاحب اولاد کی ہوتی ہے یہ حسرت
پہنچائے میرا لال مجھے گور کنارے

دیکھو تو ذرا باپ کی حالت کو میں صدقے
کس درد سے کرتے ہیں تیرے رخ کے نظارے

اکبر نہ کر د جانے کی ضد اتنا تو سوچو
بے کون انیسے شہ دیں مر گئے سارے

۷۳

گود پھیلانے درخیمہ پہ وہ رہتی ہیں
ایسا کیوں کرتی ہیں مادر مرے بابا، بابا

آپ جا کر نہیں آئے یہ ہوا حال پھوپ
سوتیں وہ بھی نہیں شب بھر مرے بابا، بابا

کب سے ہے حال پریشان انیسے پر غم
کچھ ترس کھائیے اس پر مرے بابا، بابا

۷۲

اگ خیموں میں لگا دی، کیا بھائی کو اسیر
چھین لیں رائٹوں کی چادر مرے بابا، بابا

شمرنے مارے طمانچے مرے رُخساروں پر
چھین کر لے گیا گوہر، مرے بابا، بابا

شب اندھیری یہ الم اور جدائی یہ جفا
شاق کتنی ہیں یہ مجھ پر مرے بابا، بابا

جانے کیا ڈھونڈتی ہیں خاک میں اُم فروا
حالِ کبرا بھی ہے ابتر مرے بابا، بابا

چوڑیاں توڑیں چچی کی پھوپ آماں نے تمام
فضل کیوں روتے ہیں کہہ کر مرے بابا، بابا

ہاتھ دل پر ہی رکھے رہتی ہیں آماں ہر دم
جب سے رن میں گئے اکبر مرے بابا، بابا

گھر جلایا چادر میں پھینیں، رسن بستہ کیا
ہے اثر اس کا بھی دل پر، اماں سو جاؤں گی میں

یہ بھیاںک رات وارث بھی نہیں آتا ہے خوف
آنہ جائیں پھر ستمگر، اماں سو جاؤں گی میں

اب ہیں بابا اور نہ عمو اور نہ بھائی گھر نہ در
غم سے ہے گویا حال ابتر، اماں سو جاؤں گی میں

پانی بھرنے کو گئے ہیں لے کے مشکیزہ مرا
جب چچا آئیں گے لے کر، اماں سو جاؤں گی میں

سینہ بابا پہ نیند آجاتی تھی فوراً مجھے
رات ہے پہلی بچہ کر، اماں سو جاؤں گی میں

لے کے بابا آئیں گے شب کو جو اصفروں میں گئے
اُن کو سینے سے لگا کر، اماں سو جاؤں گی میں

انیس

(۲۵)

کہتی تھی یہ شہ کی دختر، اماں سو جاؤں گی میں
آپ کیوں ہیں اتنی مضطر، اماں سو جاؤں گی میں

کہتی تھی یہ شہ کی دختر، اماں سو جاؤں گی میں
آپ کیوں ہیں اتنی مضطر، اماں سو جاؤں گی میں

پیا س کی شدت، دھواں، جور و جفا بے دارنی
ان کا بھی غلبہ ہے مجھ پر، اماں سو جاؤں گی میں

دروہے کانوں میں، سوزش ہے ابھی رُخا میں
جس طرح بھی ہوگا بہتر، اماں سو جاؤں گی میں

(۲۶)

جتنے بھی مصائب ہوں نہ گھبراؤ یوزینبؑ
ہر ظلم و ستم شان سے سہہ جائیو زینبؑ

جتنے بھی مصائب ہوں نہ گھبراؤ یوزینبؑ
ہر ظلم و ستم شان سے سہہ جائیو زینبؑ

عاشق کی شب آئی علمدار تمہیں ہو
اس قافلے کی قافلہ سالار تمہیں ہو
بچو کی خبر لےجو بہلائیو زینبؑ

کھو جائے کینہ تو اُسے ڈھونڈ کے لانا
ہو باپ کے سینے پہ تو آہستہ اٹھانا
بابا نہیں اب آئیں گے بہلائیو زینبؑ

ٹہس سے مجھ کو بچالیں بن کے صابن اس گھڑی
بھرنے روؤں گی تڑپ کر اماں سو جاؤں گی میں

چار سونگراں تھیں تاریکی میں آنکھیں خون سے
ماں سے کہتی تھی برابر، اماں سو جاؤں گی میں

اے انیسویں غم رسیدہ اس قدر ہے دیو دل
سانس لینا بھی ہے دُوبھر، اماں سو جاؤں گی میں

شبیوں کو میرے دیکھو یہ آخری پیغام
جس وقت میٹر ہوئیں پانی کا اک جام
شریت پر میری فاتحہ دلو ایوزینٹ

روئے گی میری یاد میں دن رات سکیئنہ
مر جائے گی زندان میں گھٹ گھٹ کے سکیئنہ
زندان میں معصوم کو دفنایوزینٹ

ہم حیدری ماتم کے لیے آئے ہیں بی بی
اشکوں سے لکھے نوٹہ غم لائے ہیں بی بی
محشر میں شفاعت کے لیے آئیوزینٹ

ے جائیں اگر شام کے دربار میں شامی
تنزیل کی خاطر پرے سجتا و گرامی
تم ساتھ بھتیجے کے چلی جائیوزینٹ

جب شام کے بازار سے سرنگے گزرنا
گھبرا کے ستم سے کبھی فریاد نہ کرنا
بس بھائی کا سر دیکھ کے رہا ایوزینٹ

خمیوں میں لگے آگ تو عابد کو جگانا
چھن جائے ردا سے تو آنسو نہ بہانا
قیدی بھی بنائے تو چلی جائیوزینٹ

قید ستم شام سے جب چھوٹ کے جانا
روداد الم نانا کے روضے پر سنانا
دوروں کے نشان نانا کو دکھلائیوزینٹ

(۲۸)

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

ہے میرے نانا کی امت کا معاملہ سن لے
لبوں سے نکلی مسلسل میری دعا سن لے
یہ وقت ذبح کا ہے شہ کے اے خدا سن لے
تو بخش دے میرے معبود تو ہی قادر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

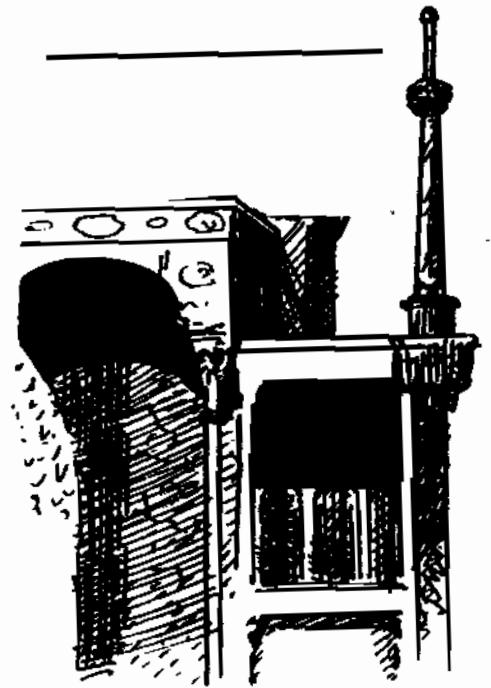
وہ ایک دن میں بہتر کی لاش کا لانا
قسم خدا کی یہ شبیر کا کلیجہ تھا
پڑے ہیں اتنے مصائب حسینؑ پر تنہا
جسے بتا نہیں سکتے زبانِ قاصر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

ترپ رہا تھا شہِ دین کے ہاتھ پر لاشہ
خدا گواہ کہ پھر بھی کیا ہے شکرِ خدا

ڈرتی ہوں جو گیا ہے صبح سے وہ نہ لوٹا
ہاتھوں سے خود ہی اپنے تم کو دس گناؤں

دل میں انیسے کے ہے بس اک یہی تمنا
آئے اجل تو نوحہ پڑھتا ہوا یہ جاؤں
العطش - العطش - العطش - العطش



چھپ نہیں سکتا حسین کا توں ہے
لہو کی چھینٹ تری آستیں پہ ظاہر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

جسے نہ موت کا ڈر تھا وہ زندگی بولی
لگا مے پہرے زباں پر تو خاموشی بولی
یزیدی قصر میں خون کے بے کسی بولی
حسین حق پہ ہیں ظالم یزید فاجر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

یزید بیڑے ارادوں کو میں مٹا دوں گا
یزیدی کفر کی دیوار میں گرا دوں گا
پڑی جو سر کی ضرورت تو سر کاٹ دوں گا
میں کس شجاع کا بیٹا ہوں سب پہ ظاہر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

اثر یہ خون شہیداں کا دیکھ لے دنیا
جو خاک خاک تھی اس کو کیا ہے خاکِ شفا

یہ کہہ کے خون بھرے کرتے میں شہ نے دفن کیا
بہی جو ہدیہ شبیر ہے جو آخر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

نہا کے خاک پہ ہیں خون کے پسینے سے
حیات روٹھ گئی نوجواں کے پسینے سے
سنانِ ظلم جو کھینچا پسر کے پسینے سے
پکارا اٹھی مشیت حسین صابر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

چڑھائیں غیظ میں گراستین کو عباس
پناہ دیں نہ کہیں پھر لعین کو عباس
یہ فوج کیا ہے اگٹ دیں زمین کو عباس
مگر حسین کی مڑی خیالِ خاطر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسین نے بڑھ کر حسین حاضر ہے

نبیؐ کے نورِ نظر دل کے چین کا خون ہے
علی و فاطمہ کے نورِ عین کا خون ہے

میرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
حسین وارث خیر الانام زندہ باد
دلوں کے فاتح اعظم امام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

علیؑ کے لال کا، زہرہ کے نور عین کا ذکر
جہاں جہاں بھی ہے مظلومی حسین کا ذکر
وہیں وہیں ہے محمد کا نام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

مٹی زمانے سے باطل کی تیرگی جن سے
مٹی جہاں کو حقیقت کی روشنی جن سے
تمہارے شعلہ بد اماں خبیام زندہ باد

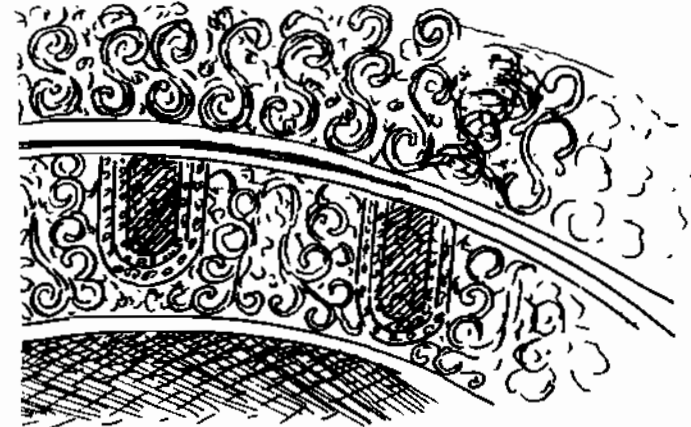
مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

فلک کی آنکھ سے اشکِ خلوص بہتے ہیں
شفق کو سُرخیِ خونِ حسین کہتے ہیں
صدائق کی یہ نعتِ دوام زندہ باد

مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

سلام کرتی ہے کاوش یہ عظمتِ کعبہ
اسی سے کرب و بلا کی زمین طاہر ہے

پکارا دین محمدؐ نے کوئی ناصر ہے
کہا حسینؑ نے بڑھ کر حسین حاضر ہے



پیا خوشی سے شہادت کا پیام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 اٹھائے صدے پر صدے کو غم پر غم تو نے
 مگر کیا نہ کبھی شکوۃ الم تو نے
 تمہارے صبر کو لاکھوں سلام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 نہیں نظیر تری دو جہاں میں واللہ
 فنا ہوئی جو رہ حق میں روز عاشورہ
 مل ہے تم کو حیاتِ دوام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 یہ بات کہہ گئے کس درجہ خوش بیانی سے
 کہ موت اچھی ہے ذلت کی زندگانی سے
 رہے گا تابہ ابدیہ پیام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 جہاں میں قائم دوام رہے گا نام حسین
 نوید زندہ و جاوید ہیں امام حسین
 ہوا ہے دین کا ان سے قیام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد

باشہید کہ مرٹ جائے نام دین خدا
 تمہارے خون کے قطروں نے بجتی ایسی جلا
 شایزید کا دنیا سے نام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 پاپا ہے سارے زمانے میں مجلس و ماتم
 ملتا رہے ہیں ہزاروں برس سے تیرا غم
 ہے داستان ابھی ناتمام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 کی یزید کی بیعت کٹا دیا سر کو
 خدا کی راہ میں تو نے لٹا دیا گھر کو
 رہے سبب سے ہے دین کا قیام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 نماں کی ٹوک پہ قرآن پڑھ رہا مختار
 میں خیال پڑے غیر کی نہ اُن پہ نظر
 نرم کے پردے کا یہ اہتمام زندہ باد
 مرے غریب مرے تشنہ کام زندہ باد
 ٹھائے لاشے پہ لاشے ہوا نہ دل بیتاب
 ملا نہ تین شب درونِ تجھ کو قطرہ آب

پاس ماں کے سونام تم نہ بی بی رونا
شب میں بابا کا جو سینہ نہیں پاؤ دلبر
کیا ہوئی ہم سے خطا آپ نے جو یہ کہا
سونام ہے پہلو میں اماں کے تو ننھا مگر
سن کے یہ پیار کیا اور سکیں سے کہا
آج سو جائے گا وہ پاس ہمارے دلبر
گر پڑا کوہ محسن، باپ کے سُنکے سُن
اشک آنکھوں میں بھرتے کئے لگی روپڑ
اے انیس دیگر، کرنے رخصت تحریر
غیر سے پھٹ جائے گا سینہ بکھادہ منظر

(۳۰)

کہتے تھے سبط نبی ہم کو نہ رو کو دختر

ابھی سدھارے نہ تھے دن کو شاہ جن دلبر
بیپا تنہا خیمہ آلِ رسول میں محشر
کھڑے تھے در پہ شبہ کربلا جھکائے سر
کہ ایک ننھی سی بچی نے یہ کہا آ کر
نہ پانی مانگوں گی شکوہ نہیں کروں گی میں
نہ جائیں چھوڑ کے بابا نہ جانے دنگی میں
کہتے تھے سبط نبی ہم کو نہ رو کو دختر
جاتے ہیں ملنے کو عمو سے ترے دریا پر
دیتی ہو تھوئی پیام یا فقط کہیں سلام
شکوہ کر لینا جب آجائیں چچا ہے بہتر
بانی گریہ پائیں گے جلد لوٹ آئیں گے
ان کھونٹا نہ مری جان کہیں رو رو کر

گھر اگر نہ آسکوں رات کو دن میں رہوں
ڈھونڈنے بن میں نکل آنا نہیں گھر اگر

لاش عباس رن سے آنہ سکی
بنت زہرا یہ عنم بھلا نہ سکی

کتنی غریب تھی لاش عسریاں کو
ایک چادر بہن اڑھا نہ سکی

کیوں نہ تا عمر دتے ایسی بہن
سوگ جو بھائی کا منا نہ سکی

ایسی اُجڑی رسول کی کھیتی
پھر کبھی ہائے لہلہا نہ سکی

بعد عباس خیمہ شہ سے
پھر صد العطش کی آنہ سکی

قلب اکبر ہوا ہے جب سے فگار
ہاتھ سینے سے ماں ہٹا نہ سکی

دل میں زینب کے رہ گیا ارماں
شادی اکبر کی وہ رچا نہ سکی

شب کو دلہن صبح ہوئی بیوہ
لکھا تقدیر کا مٹا نہ سکی

بانو زنداں میں روشنی کے لئے
قبر پر اک دیا جلا نہ سکی

(۳۱)

لاش عباس رن سے آنہ سکی

قائد کو آئے جس دم سنی صدا
بیتر دوڑے جانب صحرا برہنہ یا
بچے قریب بھائی کے فز زہرہ مصطفیٰ
بھٹا کہ سر نوکار ہے باز وہی ہیں جد

شبیر خیمہ مار کے پہلو میں گر گئے
اکبر یہ سمجھے بابا جہاں سے گزر گئے

دیر بعد سنبھلی طبیعت تو کی بسکا
تم بھی ہوتے ہو غربت میں کیا جد
وہ ہے کوئی جو وصیت پیئے خدا
کی لئے تب اشارہ دل سے کی شہ سے التجا

کیا منہ دکھاؤں پیاسی ہے دختر امام کی
خیمے میں لے کے جائیں نہ میت غلام کی

(۳۲)

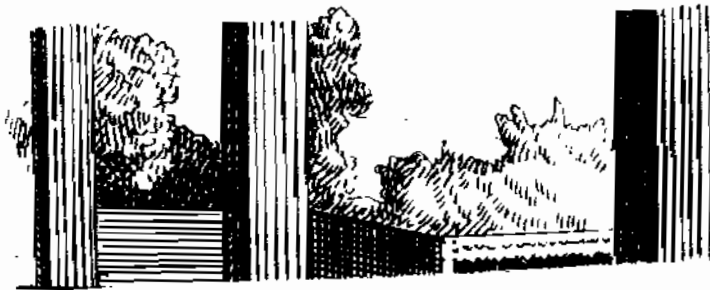
زنداں کے اندھیرے میں کچھ حرکت میں ہیں دیکھے سائے

زنداں کے اندھیرے میں کچھ حرکت میں ہیں دیکھے سائے
آشایہ بتلاتے ہیں وہ سب ہیں بہت گھبراے
کچھ اس طرح سے آتی ہیں زنجیروں کی آوازیں
جیسے کوئی جگر افسردہ بیتابی سے اُٹھ جائے
اک دائرہ سا بنتا ہے جھکتا ہے زمیں کی جانب
جس طرح کوئی کچھ ڈھونڈے یا دوسرے کو دکھلائے
کیا قصہ ہے رب اکبر کچھ روشنی تو پیدا کر
کیا گزری اسیروں پر ہے وہ صاف نظر تو آئے
وہ قیدِ ستم سے اُٹھا طوفانِ بکا و ماتم
زندان کی تاریکی نے اشکوں کے دیے جلانے
جب شمع جلی اشکوں کی تو صاف نظریہ آیا
ہے خاک پہ بیٹھی بالناک بچی کو لپٹائے
حلقہ ہیں کئے سب رانڈیں اور کہتی ہیں یہ رورو کر
کو کھ اُجڑی ہوئی مادر سے میت تو کوئی چھڑوائے

اقربا کی جدائی کے غم سے
صغرا تا عمر مسکرا نہ سکی

بھیا زینب تری سکینہ کو
قید سے ساتھ اپنے لائے

لب تو کھولے علی کی دختر نے
ظلم کی داستاں سنانہ سکی



دے اُس کو سلامی اے کوثر کربل میں جو ندیا بہتی ہے

دے اُس کو سلامی اے کوثر کربل میں جو ندیا بہتی ہے

ہر آنے جانے والوں سے شبیر کی پستیا کہتی ہے

جو پیاس کے مارے مرنا تھا جو پانی پانی کرتا تھا۔

اے نہر وہ پیاسا رُوٹھ جلا اب کس کے لئے ٹہرتی ہے

ہم شکل نبی کے سینے میں برچی کی آنی جو ٹوٹی ہے

اسلام کے کوئل ہر دے میں اب بھی وہ کھسکتی رہتی ہے

چودہ سو برس بیتے ہیں مگر کربل کی کنکھاب بھی نئی

شبیر کا غم ہر دل میں ہے ہر آنکھ سے ندیا بہتی ہے

اے شمر پیمبر زادی ہے یہ راج کس کی جنت کی

جو چاند سا چہرہ بالوں سے ہر وقت چھپا رہتی ہے

بھائی کا سفر تو ختم ہوا سکھ نیند وہ کئے کربل میں

ماشاں بہن کو جانا ہے اب دکھ وہ سفر کے سہتی ہے

جو چاند ستارے بوئے تھے سرور نے سسکتی دھرتی پر

وہ سورج بن کر ابھرے ہیں اب دُنیا روشن رہتی ہے

حق جتیا باطل ہار رہا ہے، نوبت ہے یہ فتح بیکس کی

عابد کے لرزے قدموں میں زنجیر جو بکٹی رہتی ہے

مر جائے نہ وہ اس غم سے بانو کو ہوا ہے مکتہ

ایک ایک کا مُنہ تکتی ہے کوئی تو اسے دلوئے

لال کے درو دیواریں ہتی ہیں مسلسل غم سے

سکرتی ہے لہریں نالے اے بالی سیکندہ ہائے

نادار پھوپھی ہے بیٹا بتلاؤ تو اس غربت میں

نہلانے کو تیری میت پانی وہ کہاں سے لائے

کس سے کفن منگواؤں سب قتل ہوئے کربل میں

در بھی نہیں ہے سر پر کس طرح تجھے کفنائے

بیار برادر تیرا ہے زنجیروں سے جکڑا

کیسے وہ لحد کو کھودے کیسے تجھے دفنائے

نہر ہے مرنے پر بھی، ہیں جو رد جفائیں تجھ پر

ہے یزیدِ ظلم میت بھی نہ باہر جائے

کہتے ہیں حجاب آتا ہے سب آپ کو علم ہے مولا

کس کس کو انیس مضطر کیا حال ہے کیا بتلائے

اب تک جو ہے آنجان کچھ ایسے بھی ہیں بھائی
ہو جاتی ہے مظلوم کے ماتم میں لڑائی

بھول اپنی ہے ہر دے میں جو یہ گردِ جی ہے
دوش اُن کا نہیں اپنی ہی کوشش کی کمی ہے

جو حال سنانا تھا سنا یا نہیں اُن کو
مہاں کا جنازہ ہے بتایا نہیں اُن کو

اس دیش کے باسی اِدھر آؤ اِدھر آؤ
مہاں کے تابوت کو سب مل کے اٹھاؤ

خود اُس نے کیا تھا اِدھر آنے کا ارادہ
مہاں جو ہمارا ہے وہ پہلے ہے تمہارا

ہر سال وہ آتا ہے محبت کو بڑھانے
آپس میں گلے بھائی کو بھائی سے ملانے

(۳۴)

ترانہ

شبیر کی جچے جچے

”شبیر کی جچے بول کے دنیا کو ہلا دو“

~~~~~

شبیر کی جچے بول کے دنیا کو ہلا دو  
حق ساتھ تمہارے ہے یہ دنیا کو بتا دو

غم ہے اسی مظلوم کا ماتم سے اسی کا  
تیرہ سو برس سے یہ محرم ہے اسی کا

شبیر نے اس دیش کو جب یاد کیا تھا  
اسلام کا اس سمت پتہ تھا نہ سرا تھا

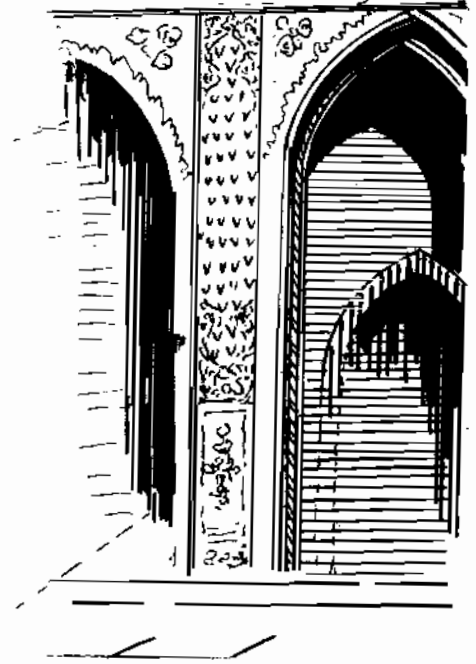
(۳۵)

## جب پیو پانی حسین ابن علی کا نام لو

جب پیو پانی حسین ابن علی کا نام لو  
یاد کر کے پیاس مولا کی کلیجہ سٹھام لو  
سر بلا کے تشنہ کاموں سے یہ کہتے ہیں علیؑ  
آؤ میرے پاس تم کو تر کا مجھ سے جام لو  
الفت شبیر ہے تو غم کرو شبیر کا  
حضرت عباسؓ سے درد و وفا کا جام لو  
آکے میدان میں یہ اعدا سے کہا عباسؓ نے  
اہل و ورخ آؤ مجھ سے موت کا پیغام لو  
پرچم اسلام ہے عباسؓ عنازی کا علم  
اُس کے سائے میں رہو اُس کا پھر رہ تھام لو

پھر خون مسلمان کا اپنے نہ بچے گا  
شبیر کے صدمے میں سدا میل ہے گا

مہمان کا یوں کرتے ہیں آدریہ دکھا دو  
شبیر کی بجیے بول کے دنیا کو ہلا دو



(۳۶)

## کاروانِ حق جو گذرا شام کے بازار سے

کاروانِ حق جو گذرا شام کے بازار سے  
 ہوتی ہے تبلیغِ دین زنجیروں کی جھنکار سے  
 انقلابِ دہر دیکھو کوفے کی شہزادیاں  
 جاری ہیں سرِ برہنہ کوفے کے بازار سے  
 دیکھ کر عباس کی جنگِ اشقیا کہنے لگے  
 لڑ رہے ہیں آج جیسے حیدرِ کترار سے  
 بھر کر مشکیزہ جو پلٹا نہر سے وہ با دفا  
 کر دیا فوجوں نے حملہ تیر سے تلوار سے  
 ہائے مجبوری کا عالم ہو گئے شانے قلم  
 کیا بچے مشکِ سکیئہ تیروں کی بوچھار سے

گرتے گرتے تم سنبھل جاؤ گے ہے دعویٰ میرا  
 جب کبھی ٹھوکر لگے مولا علیؑ کا نام لو  
 وقتِ رخصت اپنی ماں جائی سے کہتے ہیں حیتیں  
 ہم کو رخصت کر کے زینتِ صبر سے تم کام لو  
 گرتے پڑتے لاشہ اکبر پہ جاتے ہیں حسین  
 اے فرشتو تم ادب سے شہ کا بازو تھام لو  
 کانوں سے بالی سکیئہ کے لوؤں کو چپیر کر  
 گوشوارے اس یتیم کے نہ اہلِ شام لو  
 ہے شہد سے موت شیریں بولے قاسم شاہ  
 اے چچا رن کی اجازت دے کے میرا نام لو  
 کھو لیں شہ قبر ایک ننھی سی اے مشکل کشا  
 صرف اتنی دیر کو اصغر کی میت تھام لو  
 حق کی راہوں میں یقینی تم نہ بھٹکو گے کبھی  
 حضرتِ شبیرؑ جو دیتے ہیں وہ پیغام لو

لائے ہیں ظالم پہننے تشنہ لب کو بٹریاں  
 بار یہ کیسے اُٹھے گا عابد بیمار سے  
 دیکھنا چشمِ تصور سے ذرا اے مومنو !  
 شہ نے کھودی قبرِ اصغر کس طرح تلوار سے

یہ بیاض اپنے بچوں کیلئے  
 کی جو دیارِ عنبر میں مقیم ہیں  
 طالبِ دعا

سید نذر عباس فریدی

14.8.2010

